قربانی

مسلمان کو مسلمان بناتی ہے

خرّم مُرادؒ

منشُورات

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : قربانی مسلمان کو مسلمان بناتی ہے
مصنف : خرم مراد
طبع اول : اپریل ۲۰۱۲ء
تعداد : ۲۰۰۰

ناشر منشورات

E-8، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790
042-35252210 - 35252211
042-35252194
SMS ur Address:
0332-003 4909, 0320-543 4909
manshurat@gmail.com / @hotmail.com
www.facebook/manshurat
www.pinterest.com/manshurat

مطبع : سپوتنک پریس، بندروڈ، لاہور۔
ISBN : 978-969-9894-97-8
کوڈ : 00150
قیمت : ۱۸روپے

ترتیب

اسلام: جدوجہد کا راستہ	۸
جدوجہد: ایک ناگزیر کلید	۱۰
اسلام اور قربانی	۱۱
قربانی اور اندرونی صلاحیتیں	۱۴
قربانی اور اجتماعی نظم وضبط	۱۵
قربانی کیا ہے؟	۱۷
مادّی قربانیاں	۱۸
وقت	۱۹
دولت اور متاعِ دُنیوی	۲۱
زندگی	۲۴
غیر مادّی قربانیاں	۲۵
کنبے کی محبت	۲۷
دوستی	۳۲
نقطۂ نظر اور موقف	۳۳
جذبات واحساسات	۳۳

ذوق اور مزاج	۳۴
اَنا اور خود پسندی	۳۴
مسلسل اور دائمی قربانیاں	۳۵
کامیابی کے امکانات کی عدم موجودگی میں	۳۶
قربانی کیسے دی جائے؟	۳۷
اللہ سے محبت	۳۸
ذکرِ الٰہی	۳۹
احساسِ حضوری	۴۰
شوقِ ملاقات	۴۰
شکرگزاری اور عجز	۴۱
اندرونی قوتِ محرکہ	۴۳
برضا و رغبت فیصلہ	۴۳
دو استعانتیں	۴۴
دو مثالی پیکر	۴۴
بنیادی اُصول	۴۶
حاصلِ کلام	۴۷

❖ ❖ ❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی، اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟

وسیع تر مفہوم میں 'قربانی' کا مطلب ہے اپنی قیمتی اور محبوب چیزوں سے دست بردار ہوجانا۔ یہ چیزیں وقت، دولت اور زندگی جیسی چیزیں بھی ہوسکتی ہیں جنھیں محسوس کیا جاسکتا ہے، جنھیں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یا احساسات، رویّے، مسلک وموقف اور تمناؤں، جیسی اشیا بھی ہوسکتی ہیں کہ جن کو محسوس کیا جاسکتا ہے نہ ناپا تولا جاسکتا ہے۔ ان چیزوں کی قربانی کسی ایسی چیز کے حصول کی خاطر دی جاتی ہے جو ان سے زیادہ قیمتی، زیادہ اہم یا زیادہ ضروری ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ بنیادی طور پر قربانی کا مطلب ہے خدا کے حضور کسی جانور یا انسان کا ذبیحہ بطورِ نذر پیش کرنا، اور یوں اپنی ملکیت میں سے کوئی چیز خدا کی نذر کرنا۔

لغتِ قرآنی میں بالکل ٹھیک ٹھیک 'قربانی' کا ہم معنی لفظ تلاش کرنا دُشوار ہے، جس کا ایسا ہی وسیع ادبی استعمال بھی ہو۔ معنی کے لحاظ سے قریب ترین لفظ غالباً **نُسُك** ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo (الانعام ۶:۱۶۲)

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ ربُّ العالمین کے لیے ہے۔

بہرکیف 'انفاق' بنیادی اہمیت کا حامل ایک ایسا داعیہ ہے جس پر قرآن میں بار بار زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر کہا گیا ہے کہ: 'جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے' اُس میں سے

خرچ کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ 'انفاق' کو ایمان کی بنیاد پر بسر کی جانے والی زندگی کی صورت گری کرنے، اس کی محافظت کرنے اور اس کو سہارا فراہم کرنے کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے۔اللہ کے دیے ہوئے مال واسباب میں، جوانسان کو خرچ کرنا ہے، ہر وہ چیز شامل ہے جو اُس کی ملکیت میں ہے، خواہ وہ مادّی شے ہو یا غیر مادّی۔قرآن میں ایک مقام پر تقویٰ (بُرے کاموں سے پرہیز) اور تصدیق (قبولیتِ حق) کے ساتھ 'انفاق' کو وہ سب کچھ قرار دیا ہے جو اچھی' نیک زندگی کی تشکیلی صفات کے لیے درکار ہے:

> اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى o فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى o وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى o فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى o وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى o وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى o فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى o (الليل ۹۲:۴–۱۰) درحقیقت تُم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا، اور حق کی تصدیق کی، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔اور جس نے بخل کیا اور اپنے آپ کو مستغنی (خود کفیل) سمجھا اور حق کا انکار کیا اُس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

قربانی ایسا جوہر ہے جس سے عام انسانی زندگیاں بھی عمدہ اور کامیاب بن جاتی ہیں۔اس کے بغیر زندگی امن، ہم آہنگی اور امدادِ باہمی سے محروم رہے گی، تنازعات اور اختلافات سے پُر ہوگی، نفسانی خواہشات کی فی الفور تسکین، خودغرضی اور حرص وطمع کا شکار ہوگی۔علاوہ ازیں کوئی خاندان یا برادری بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے نہ اُس میں یک جہتی اور استحکام پیدا ہوسکتا ہے جب تک اُس کے ارکان اپنی طرف سے کچھ قربانی نہ دیں۔کوئی انسانی جدوجہد اپنا ہدف حاصل کرنے میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی قیمتی اور محبوب چیزوں کی قربانی نہ دے۔

جو کلیہ عام انسانی زندگی اور عام انسانی جدوجہد پر صادق آتا ہے، خواہ اُس جدوجہد کی اہمیت اور نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو، یقیناً وہ کلیہ اسلامی زندگی پر زیادہ صادق آئے گا، کیوں کہ

اسلام کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ محض تھوڑا سا مال ومتاع نہیں، بلکہ اپنی پوری زندگی اللہ کے سپرد کردی جائے۔ ہم اپنے موجودہ زمانے کی زبان میں بات کریں تو اسلامی زندگی اعلیٰ ترین قربانی کی زندگی ہے۔ اسلامی زندگی ایسی جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے جسے مسلسل اور متواتر جاری رہنا چاہیے تاکہ اسلام ظاہر و باطن میں حقیقتاً رچ بس جائے اور ایک زندہ حقیقت بن جائے۔

قربانی سے ایمان کی نشوونما ہے، اس کے بغیر ایمان کے ننھے منے بیج سے ایسے تناور اور سرسبز وشاداب درخت پروان نہیں چڑھیں گے جو بے شمار انسانی کاروانوں کو چھاؤں اور پھل فراہم کریں (ابراھیم ۱۴:۲۴-۲۵)۔ اِسے ایسا باوفا ہمدم ورفیق بن جانا چاہیے جس کے بغیر راہِ جہاد طے نہ کی جاسکے، کیوں کہ اس راستے میں صحراے ناپیدا کنار بھی پھیلے ہوئے ہیں اور منزل تک پہنچنے کی راہ میں بلندو بالا پہاڑ بھی حائل ہیں (التوبہ ۹:۲۴)۔ قربانی اُن کنجیوں میں سے ایک کُنجی ہے جس کے بغیر بند دروازے کھل نہیں سکتے۔ (البقرہ ۲:۲۱۴)

خواہ روحانی و اخلاقی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے کیا جانے والا سفر ذاتی ہو یا زندگی اور معاشرے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے (ایک خدا کے آگے سرِتسلیم خم کردینے) کے لیے کیا جانے والا سماجی سفر، یہ کلیہ دونوں پر صادق آتا ہے۔ اور یہی کلیہ اُس صورت میں بھی صادق آتا ہے جب یہ دونوں راہیں انتہائی چاہت کے ساتھ ایک دوسرے میں ضم ہوجاتی ہیں۔ منزل جتنی عظیم اور بلند ہوگی، راستہ اُتنا ہی کٹھن اور دشوار ہوگا۔

اب تک آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ قربانی کا موضوع کتنا وسیع ہے۔ اسی موضوع سے مضبوطی کے ساتھ گُندھا ہوا اتنا ہی وسیع اور اتنا ہی اہم موضوع 'ابتلا وآزمایش' کا اور 'صبر' کا ہے۔ اس موضوع کو لامتناہی طور پر پھیلایا جاسکتا ہے مگر میرا مقصد اس کا مکمل احاطہ کرنا نہیں ہے۔ اس معروف موضوع کے بہت سے پہلوؤں سے آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ چنانچہ میں اِس موضوع کے صرف ایسے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کروں گا جو میری نظر میں زیادہ توجہ کے مستحق ہیں یا ہمارے موجودہ حالات سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسلام: جدوجہد کا راستہ

سب سے پہلے ہمیں مختصراً ایک اہم سوال پر نظر ڈالنی چاہیے۔ آخر اسلام کا نظریۂ جدوجہد سے اِس قدر گہرا تعلق کیوں ہے؟ دونوں میں کیا ربط ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے آپ کو کسی ایسی جدوجہد میں مشغول کیے بغیر اچھا مسلمان نہیں بن سکتا جس کا لازمی تقاضا قربانی ہے؟ جواب ہے: ''نہیں!'' اور اس کے بین دلائل ہیں۔

اسلام پوری زندگی میں محض ایک بار کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کائناتی وسعتیں رکھتا ہے۔ پوری زندگی اور تمام دُنیا کو جڑ بنیاد سے ازسرِنو منظّم کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ کلمہ محض اپنے عقیدے کا زبانی اعلان نہیں ہے۔ ایسی شہادت دینے کا عمل ہے جو پوری زندگی کو عقیدے کی جیتی جاگتی اور مسلسل گواہی میں بدل کر رکھ دے۔ آپ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل تو ہو جاتے ہیں۔ مگر مسلمان بن کر جینے کے لیے آپ کو مستقلاً گواہی دیتے رہنا پڑے گا (البقرہ ۲:۱۴۳، الحج ۲۲:۲۸)۔ مسلسل گواہی دیتے رہنے سے اپنی ذات کے اندر اور اپنی ذات سے باہر کے جھوٹے خداؤں سے آپ کی کبھی نہ ختم ہونے والی محاذ آرائی شروع ہو جائے گی۔ اپنی گواہی کی توثیق و تصدیق کرنے کے لیے آپ کو اپنے آپ اور معاشرے میں تبدیلی لانے کے لیے جہدِ مسلسل بھی کرتے رہنا ہوگا۔

لہٰذا مسلمان رہنے کے لیے مسلمان بننا ضروری ہے۔ ایمان کا بیج دل میں بوئے جانے کے بعد، مسلمان بننا ایک دوہرا عمل ہے۔ ایک طرف اپنے آپ کو اور دوسری طرف تمام انسانیت کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دینا___ یہ دونوں کام باہم گتھے ہوئے ہیں اور دونوں کام بہ یک وقت کرنے ہیں۔

تمام انسانوں کو دعوت دینا کوئی ٹھنڈا ٹھار زبانی بلاوا نہیں۔ یہ ایک فعال اور متحرک سرگرمی ہے، ایک تحریک ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ تمام میسر وسائل کی مدد سے ایک ایسے جہاد کا آغاز کیا جائے جو مطلق العنانیت کے جھوٹے دعوے داروں کو تخت سے اُتار پھینکے، جابروں، ستم گروں

اور بدعنوانوں سے اُن کی طاقت سلب کر لے اور انسانوں کے درمیان عدل قائم کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی زندگی کی ابتدا ہی میں اعلان فرما دیا تھا کہ: تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لایا جاتا، اور ایک گڑھا کھود کر اُسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر ایک آری لا کر اُس کے سر پر رکھی جاتی اور اُس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا، لوہے کی کنگھیوں سے اُس کا گوشت ہڈیوں سے جدا کر دیا جاتا، اس کے باوجود کوئی چیز اُسے اُس کے دین سے پھیر نہیں سکتی تھی۔ خدا کی قسم! میں اپنا مشن پورا کر کے چھوڑوں گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعا سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، اور کوئی اندیشہ اُس کے دل میں نہیں آئے گا سوائے اِس کے کہ کہیں کوئی بھیڑیا اُس کے مویشیوں کو نقصان پہنچا دے۔ (بخاری)

پس اسلام کا راستہ جدوجہد کے راستے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ قربانی کی راہ ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام عطیۂ الٰہی نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔ اللہ کی مدد اور اُس کی دست گیری کے بغیر ہم صراطِ مستقیم کی طرف، جو اسلام کا راستہ ہے، ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ اس کے باوجود ہم صرف اپنے اخلاصِ نیت اور اپنی مخلصانہ جدوجہد ہی کے ذریعے سے اس انتہائی قیمتی عطیے کو حاصل کرنے، اسے قائم ودائم رکھنے، اس کے زیرِ سایہ نشوونما پانے اور اس سے ملنے والے تمام فوائد سمیٹنے کے حق دار بن سکتے ہیں۔ اللہ کا یہ انعام، کوئی شک نہیں کہ، اُس کی بے پایاں رحمتوں اور اُس کے کرم ہی سے ملتا ہے، مگر غیر مشروط نہیں، کہ کوئی مانگے یا نہ مانگے، کوشش کرے یا نہ کرے اُسے مل جائے۔ اس طرح تو یہ ایک سستی سی بے قیمت چیز بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ ۴۲:۱۳) وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

رجوع الی اللہ کے لیے نیت اور کوشش دونوں لازم ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک خدا کے

سوا تمام جھوٹے خداؤں سے مُنھ موڑ لیا جائے۔ یہ عمل مکمل طور پر اپنا رُخ پھیر لینے کا عمل ہے، اندر سے بھی اور باہر سے بھی۔ اِس راہ پر مزید پیش قدمی کا انحصار جدوجہد پر ہے:

وَ الَّـذِيْـنَ جَـاهَـدُوْا فِيْـنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنكبوت ٦٨:٢٩) جولوگ ہماری خاطر سخت جدوجہد کریں گے اُنھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔

جدوجہد: ایک ناگزیر کلید

تو یہ ہے اللہ کی سنت۔ صرف اسلام ہی کے معاملے میں نہیں بلکہ ہماری زندگی کی اُن تمام انمول نعمتوں کے معاملے میں بھی، جن سے ہمیں نوازا گیا ہے۔ ذرا ان میں سے چند پر نظر ڈالیے: یہ آنکھیں جن سے ہم دیکھتے ہیں، یہ کان جن سے ہم سنتے ہیں، یہ ہاتھ پاؤں جن کی مدد سے ہم اپنے کام کاج کرتے ہیں، یہ ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں، یہ پانی جس سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں، جس کے بغیر زندگی اپنا وجود بھی برقرار نہیں رکھ سکتی —— ان تمام چیزوں کو ہم نے نہیں پیدا کیا، نہ ہم چاہیں تو پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ سب چیزیں ہمیں بے مانگے مل جاتی ہیں، ہمارا ان پر کوئی موروثی دعویٰ نہیں، نہ یہ ہماری ناقابلِ انتقال ملکیت میں ہیں۔ یہ سب کی سب نعمتیں ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے نصیب ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود انھیں اپنے استعمال میں رکھنے اور ان سے ملنے والے تمام فوائد حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی بہترین کوششیں بروے کار لانی پڑتی ہیں۔

زندگی کی بہت سی چیزیں ہمیں کوشش اور جدوجہد کے بغیر نہیں مل پاتیں۔ ہمیں صرف وہی نصیب ہوتا ہے جس کے لیے ہم جدوجہد اور کوشش کریں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍo (البلد ٩٠:٤) ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔

وَاَنْ لَّيْـسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى o (النجم ٥٣:٣٩) اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی۔

زمین موجود ہے، پانی فراہم ہے، بیج میسر ہے، مگر مٹی بیج کو اناج میں اُس وقت تک تبدیل نہیں کرے گی جب تک ہم اس کی کھدائی نہ کریں، ہل نہ چلائیں، بیج نہ بوئیں، پودوں پر آب پاشی نہ کریں، اُن کی حفاظت نہ کریں اور فصل کاشت نہ کریں۔ اللہ کی بے شمار نعمتیں، جن کی ہمارے گرداگرد ریل پیل ہے، اپنے خزانوں کے منہ ہم پر اُس وقت تک نہیں کھولیں گی جب تک ہم محنت نہ کریں اور اپنا پسینہ نہ بہائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر قیمتی خزانے کے حصول کی خواہش ہو اُسی قدر زیادہ محنت اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام اور قربانی

ایسا نہیں ہے کہ اسلام اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے محض ایک نعمت ہو۔ یہ اللہ کی منتخب ترین نعمت ہے (المائدہ ۵:۳)۔ اس دُنیا میں اپنی زندگی گزارنے کے لیے اللہ نے ہمیں جن بے شمار انعامات و اکرامات سے نوازا ہے، ان میں سے عظیم ترین اور اہم ترین انعام یہ ہے کہ اُس نے ہمیں زندگی کے حقیقی معنی و مقصد سے آگاہ کر دیا ہے۔ یہ معنی اور مقصد یہ ہے کہ ہم اُسی کی خاطر جئیں، اُسی کی رضا کے حصول کی کوشش کریں، یہاں تک کہ اُسی کی راہ میں موت آجائے۔ جانوروں کی سی زندگی گزارنے کے بجائے کہ پیدا ہوں، کھائیں پیئیں، تولید و تناسُل کریں اور مر جائیں، ہم کو بامقصد زندگی گزارنی ہے۔ یوں زندگی ایک عارضی اور ناپایدار چیز اور موت کے ساتھ ہی ختم ہو جانے والے تاریخ کے ایک تیز قدم لمحے کی حیثیت سے بلند ہو کر ایک ابدی شے بن جاتی ہے۔ ہمارا مقصدِ وجود یہ نہیں ہے کہ جو نعمتیں اور جو عہدے اور مراتب اس دُنیا میں بکھرے ہوئے ہیں، ہم محض اُنھی کو سمیٹنے کی تمنا اور اُنھی کے حصول میں جتے رہیں۔ اس کے بجائے ہمارے سامنے یہ رستہ کھلا ہوا ہے کہ ہم اس دُنیا کے مال و متاع کو اگلی دُنیا کے کبھی نہ ختم ہونے والے فوائد میں بدل لیں، کبھی یہ مال و متاع حاصل کر کے اور شکر گزاری کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہو کر اور کبھی اس مال و متاع سے دست بردار ہو کر۔

اگر اس دُنیا کی عام اشیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہو سکتیں تو زندگی میں مقصدیت اور

معنویت پیدا کرنے کے لیے، جو اسلام ہے، یقیناً انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔اس جدوجہد اور قربانی کی نوعیت اور درجہ لازماً اُس نصب العین کی قدروقیمت اور معیار کے مساوی ہونا چاہیے، جسے ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اور کون سا نصب العین ہماری زندگی میں زیادہ قابلِ قدر، زیادہ ناگزیر، زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہوسکتا ہے، بجز اس کے کہ پورے انسان کو، اُس کی اندرونی شخصیت کو، اُس کے ماحول کو، اُس کے معاشرے کو، غرض پوری دُنیا کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔سخت محنت کے بغیر، محض تمنا، آرزو، تقریر، دعووں اور بیانات سے ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ ہم اُس منزل پر جا پہنچیں گے جو ہم نے اپنے لیے متعین کی ہے۔اگر کوئی شخص اپنی روز کی روٹی محنت کیے بغیر نہیں کما سکتا تو کیا اللہ اپنی عظیم ترین نعمت، اِس دُنیا کی کامیابی اور اُس دُنیا کی کامیابی ہمیں یوں ہی عطا فرما دے گا؟ جب تک ہم یہ ثابت نہ کردیں کہ ہم جس عقیدے کا اعلان کرتے ہیں اُس کی جڑیں ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہیں، ہم اپنے دعویٰ وفا میں سچے ہیں اور ہم سے جو قربانی طلب کی جائے گی ہم پیش کردیں گے۔

قرآن کا فرمان ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (اٰل عمرٰن ۳:۱۴۲) کیا تُم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالاں کہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تُم میں کون وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اُس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (البقرہ ۲:۲۱۴) پھر کیا تُم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمھیں مل جائے گا، حالاں کہ ابھی تُم پر وہ سب کچھ

نہیں گزرا ہے، جو تُم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اُس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اُس وقت اُنھیں تسلی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔

وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ o اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ o (العنکبوت ۲۹: ۳-۴) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمایش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہماری کوششیں اور ہماری قربانیاں کسی بھی لحاظ سے اللہ کی اُن نعمتوں کے ہم پلہ ہیں جو اللہ نے ہمیں دی ہیں۔ ہر چند کہ ہم اپنی ذاتی محنت سے زمین سے غذا حاصل کرتے ہیں، پھر بھی یہ نعمت اس قدر انمول ہے کہ کسان جو محنت کرتا ہے وہ اُن لامحدود فوائد کے مساوی نہیں قرار دی جاسکتی جو ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں جدوجہد کرتے ہوئے ہم سے جو قربانیاں طلب کی جاتی ہیں وہ اُن فوائد کی ہم وزن نہیں ہوسکتیں جو ہم ذاتی طور پر حاصل کرتے ہیں یا جو اُمتِ مسلمہ اجتماعی طور پر حاصل کرتی ہے اور جو بنی نوعِ انسان کو مجموعی طور پر ملتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں اپنی انسانی بساط کے مطابق یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم نہ صرف اپنے نصب العین پر پختہ ایمان رکھتے ہیں بلکہ جس چیز کو ہم اپنی محبوب ترین شے قرار دینے کے دعوے دار ہیں اُس کے لیے جدوجہد کرنے اور اپنی پسندیدہ چیزوں کی قربانیاں دینے کو بھی تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تقریباً تواتر کے ساتھ ایمان کا ذکر عملِ صالح، ہجرت اور جہاد کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ o (الحجرات ۴۹:۱۵)

حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر اُنھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی لوگ سچے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی مختصراً ذکر کیا جا چکا ہے کہ جدوجہد دو سطحوں پر ہوتی ہے۔ ذاتی سطح پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ فرد اپنے آپ کو اللہ کا مطیع و فرماں بردار بنا لے اور اس طرح دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھے: ''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔ (البقرہ ۲:۱۶۵)۔ بہ الفاظ دیگر ایمان یہ کہتا ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز اتنی قیمتی اور اتنی قابلِ قدر نہیں کہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قربان نہ کی جا سکے۔

اجتماعی سطح پر کی جانے والی جدوجہد اور اس کے نتیجے میں دی جانے والی قربانیاں پوری دُنیا کو ایک اللہ کا مطیع و فرماں بردار بننے کی دعوت دینے کے لیے ہوتی ہیں۔ قرآن اکثر اس جدوجہد کو جہاد سے تعبیر کرتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ تمام جھوٹے خداؤں کو معزول کر دیا جائے اور ظلم و جبر، بگاڑ اور بدی کی تمام طاقتوں کے سامنے ڈٹ جایا جائے۔ جہاد، اللہ سے بغاوت کرنے والی تمام طاقتوں پر غلبہ پانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اپنے نفس پر غلبہ پانے سے بہت مختلف نوعیت اور مختلف درجے کی قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔

قربانی اور اندرونی صلاحیتیں

قربانیاں ہماری جدوجہد کی کامیابی میں دو طریقوں سے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری اندرونی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو مضبوط کر دیتی ہیں اور ہمارے کردار کی اُن صفات کو پروان چڑھاتی ہیں جو ہماری جدوجہد کے ہر مرحلے پر کامیابی کے لیے لازمی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اجتماعیت میں نظم و ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہیں اور انھیں تقویت پہنچاتی ہیں، اور وسیع تر معاشرتی سطح پر جہاد برپا کرنے کی صلاحیتوں اور قوتوں سے بہرہ مند کرتی ہیں۔

قربانی کا ہر عمل آپ کے ایمان میں اضافہ کرتا ہے اور اس کو نشو ونما دیتا ہے۔ یہ عمل آپ کے زبانی اعلان اور ذہنی ایقان کو ایک زندہ حقیقت میں بدل دیتا ہے۔ اللہ سے آپ کی محبت کی توثیق کرتا ہے اور اس میں اضافہ کا موجب بنتا ہے، کیوں کہ ہر قدم پر جب آپ اللہ کی محبت میں کوئی شے قربان کرتے ہیں، تو اللہ سے آپ کا اخلاص اور اُس پر آپ کا ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے، دیگر تمام وفاداریاں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں، کیوں کہ اُنھیں آپ صرف اللہ سے وفاداری کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں قربانیاں آپ کو اللہ سے قریب تر کر دیتی ہیں۔ دونوں باتیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عقیدہ جتنا مضبوط ہوگا قربانی دینے کی صلاحیت اور عزم اتنا ہی زیادہ ہوگا، اور جتنی بڑی قربانی دی جائے گی، عقیدہ اُتنی ہی گہری جڑ پکڑتا جائے گا۔

تمام اخلاقی اوصاف کی افزایش کے لیے قربانیاں جزوِلازم ہیں، بالخصوص قوتِ برداشت، استقامت، استقلال، تحمل و بردباری، عزمِ صمیم اور اولوالعزمی کی صفات میں اضافے کے لیے۔ ان تمام صفات کا خلاصہ ایک لفظ میں کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے: 'صبر'۔ ہر قربانی صبر کی صلاحیت کو تقویت پہنچاتی ہے، اس کے درجے میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ اس کے عوض صبر قربانی کی صلاحیت میں اضافہ اور استقرار پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی دوطرفہ عمل ہے۔ اللہ کی طرف سے مدد و نصرت کے تمام وعدے، اِس دُنیا میں فوز و کامرانی کی تمام یقین دہانیاں اور آخرت کے تمام انعامات و اکرامات، سب ایمان اور صبر کے اکتساب سے مشروط ہیں۔ (آل عمران ۳:۱۲۵، ۱۳۹، الانفال ۸:۴۶، الاعراف ۷:۱۳۷، الزمر ۳۹:۱۰)

قربانی اور اجتماعی نظم وضبط

صبر بہت جامع وصف ہے۔ اس کے متعدد پہلوؤں میں سے ایک پہلو نظم وضبط ہے۔ نظم وضبط کا قربانی سے قریبی تعلق ہے۔ اصل میں دونوں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ نظم وضبط اپنے مکمل مفہوم میں، بشمول ذاتی نظم وضبط، روحانی و اخلاقی نظم وضبط، جماعتی نظم وضبط

اور سماجی نظم وضبط، اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک آپ اپنی محبوب چیزوں کی قربانی دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آپ اُس وقت تک اُن چیزوں کی قربانی بھی نہیں دے سکتے، جن کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت ہے جب تک آپ اپنے اندر نظم وضبط نہ پیدا کرلیں ــــــ اندرونی نظم وضبط۔ اگرچہ منظّم اجتماعی زندگی بھی فرد کے اندر قربانی کی روح پھونکنے میں کم اہم کردار ادا نہیں کرتی۔ قربانی بھی اس طرح کی منظّم اجتماعی زندگی کو تشکیل دینے اور اسے قائم رکھنے کے لیے اُتنی ہی ضروری ہے۔ آیئے ہم ایک مختصر جائزہ لیں کہ کیوں ضروری ہے؟

واضح بات ہے کہ جب اللہ کی راہ پر آپ اکیلے چل رہے ہوں تو اُس کی رضا وخوشنودی کے حصول میں کامیاب ہونے کے لیے آپ کو عظیم سے عظیم تر قربانیاں دینے اور زیادہ سے زیادہ ضبطِ نفس اختیار کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ مگر جوں ہی آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ دوسروں کے ساتھ مل کر دُنیا کو اُس کے خالق کی اطاعت وفرماں برداری کے تحت لانے کی اجتماعی جدوجہد کریں گے تو آپ کو اور زیادہ قربانیاں دینے کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بغیر آپ کی منظّم اجتماعی جدوجہد ہی کوئی پایدار صورت اختیار کرسکتی ہے نہ آپ کے اندر اپنے مشن میں کامیابی کے لیے کوئی اُمنگ پیدا ہوسکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ٥ (الصف ۶۱:۴) ''اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اِس طرح صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔ کتنی حسین اور معنی خیز تمثیل ہے۔ مضبوط اور ٹھوس، مربوط اور پیوست، ناقابلِ تسخیر اور ہرطرح کے شگاف اور دراڑ سے مبرا، یہ ہے وہ انداز جس سے مسلم اُمہ مل جل کر اور باہم مربوط ہوکر اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتی ہے۔

اب دیکھیے دیوار کس طرح تعمیر کی جاتی ہے؟ بہت سی اینٹیں جوڑی جاتی ہیں تو دیوار بنتی ہے۔ ہر اینٹ اپنی منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اینٹیں ایک ٹھوس، مضبوط اور ناقابلِ تسخیر دیوار بننے کے لیے 'صف بندی' کیسے کرتی ہیں؟ ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ کھڑی کر کے اور ایک اینٹ

دوسری اینٹ کے اوپر نصب کر کے آپ سمینٹ سے جوڑ دیتے ہیں اور دیوار اونچی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ہر مرحلے پر دیوار کی مضبوطی اور اونچائی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر اینٹ دوسری اینٹ سے اُسی طرح مشابہت رکھتی ہے جس طرح کی مشابہت ایک انسان دوسرے انسان سے رکھتا ہے، باوجود ے کہ ہر ایک کی اپنی اندرونی انفرادیت بھی ہوتی ہے۔ کسی اینٹ کو اپنی یہ انفرادیت قربان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مضبوطی اور شان داری کی یہ خوبیاں یقیناً بہت سی انفرادیتوں کے اکٹھا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔

لیکن اگر آپ ایک دیوار بنائیں اور ہر اینٹ اپنے طریقے پر چلنے پر اَڑ جائے، اور اگر وہ اُس بوجھ کو سہارنے کے لیے تیار نہ ہو جو اوپر والی اینٹ سے اُس کو منتقل ہوگا یا جو سہارا اُسے اپنے نیچے والی اینٹ کو دینا ہے، اور اگر وہ اینٹ جسے کونے میں نصب ہونا ہے وہ اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اُس کی ایسی تراش خراش کی جائے جس سے وہ اپنے مقام پر درست انداز سے فٹ ہو جائے، تو کوئی مضبوط دیوار کبھی بھی تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ بہت سی اینٹوں کو زمین کے اندر بنیادوں میں نصب ہونا پڑتا ہے، عمارت بن جانے کے بعد وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتیں، حالانکہ پوری عمارت کا بوجھ اُنھی پر ہوتا ہے اور اُن کی اس قربانی کے بغیر عمارت زمین سے بھی اوپر نہیں اُٹھ سکتی۔ بہت سی اینٹوں کی توڑ پھوڑ کرنی پڑتی ہے تاکہ ایک ہموار دیوار بنائی جاسکے۔

ہر اینٹ سے تھوڑی تھوڑی قربانی لیے بغیر ایک مضبوط دیوار کبھی وجود میں نہیں آسکتی۔

قربانی کیا ہے؟

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قربانی کیا ہے؟ ہم کیا قربان کریں؟ کون سی قربانیاں دینا زیادہ دُشوار ہے؟ کن قربانیوں کو عظیم قربانی کہا جاسکتا ہے؟

● **دو اقســـــام**: قربانی، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سادہ الفاظ میں اُن اشیا سے دست بردار ہو جانے کا نام ہے جو ہمیں محبوب ہیں، ہماری پسندیدہ ہیں اور جن کی ہماری نظروں میں

کچھ قدر و قیمت ہے۔ جو فی الوقت ہماری ملکیت میں ہیں یا مستقبل میں ہم جنھیں حاصل کر لینے کی تمنا اور آرزو رکھتے ہیں۔ یہ اشیا قابلِ محسوس یا مادّی اشیا بھی ہوسکتی ہیں اور نا قابلِ محسوس یا مجرد اشیا بھی۔ مادّی اشیا میں سے اہم چیزیں وقت، دولت، دُنیاوی مال و متاع، جسمانی صلاحیتیں اور زندگی ہیں۔ مجرد اشیا میں سے اہم چیزوں میں ہمارے پیار محبت کے رشتے ناتے بالخصوص خاندانی تعلقات، ذاتی پسند و ناپسند، ترجیحات و تعصّبات، خیالات اور نقطۂ نظر، آرزوئیں اور تمنائیں، آرام و راحت، عہدہ و منصب یا محض ہماری انا اور خود پسندی۔

یہاں مجھے تین بنیادی اُصول پیش کرنے کی اجازت دیجیے جو میری نظر میں قربانی کے مکمل مفہوم سے آگاہ ہونے کے لیے سمجھنا ضروری ہیں:

اوّل: کسی چیز سے دست بردار ہوجانا صرف اُسی صورت میں قربانی کہلائے گا جب وہ چیز ہمیں محبوب ہو اور ہمارے نزدیک اُس کی کوئی قدر و قیمت ہو۔ اس لحاظ سے مادّی اور مجرد اشیا کے مابین کوئی خطِ امتیاز کھینچنا دُشوار ہے۔ حتمی تجزیہ یہ ہوگا کہ ہر قربانی ہماری محبت اور ہماری قابلِ قدر چیزوں کی قربانی ہے۔ جب ہم اپنی دولت، اپنی زندگی یا اپنے خاندانی تعلقات سے اللہ کی خاطر دست بردار ہوتے ہیں، تو درحقیقت ہم جس چیز سے دست بردار ہو رہے ہوتے ہیں، اور جو کیفیت اِسے قربانی کی شکل دیتی ہے، وہ خود مال، زندگی یا رشتوں ناتوں سے دست برداری نہیں بلکہ مال کی محبت، زندگی کی محبت یا عزیزوں اور رشتہ داروں کی محبت سے دست برداری ہے۔

دوم: مادّی چیزوں کے بجائے مجرد اشیا کی قربانی دینا زیادہ دُشوار اور زیادہ ضروری ہے۔

سوم: ہم اپنی محبوب اور قابلِ قدر اشیا سے صرف اُنھی چیزوں کے لیے دست بردار ہوسکتے ہیں جو ہمیں اِن سے زیادہ محبوب ہوں اور جن کی ہماری نظر میں اِن سے زیادہ قدر و قیمت ہو۔

مادّی قربانیاں

یہاں ہمیں مادّی اشیا کی قربانی پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ایسی

قربانیوں سے خوب واقف ہیں، ان کا اچھی طرح سے ادراک رکھتے ہیں اور ان کی ضرورت اور اہمیت کو تسلیم بھی کرتے ہیں، اُس صورت میں بھی کہ جب کئی مواقع پر ہم خود اس قسم کی قربانیاں دینے کے قابل نہ ہوں یا اس قسم کی قربانیاں دینے میں دُشواری محسوس کر رہے ہوں۔ لیکن اگر ہم نے اپنے آپ کو کسی نصب العین کے حصول کے لیے وقف کر دیا تو وقت یا موقع آنے پر ہمیں ان میں سے ہر شے کی قربانی دینی ہوگی۔ لہٰذا ہم یہاں رُک کر اُن کی کچھ اہم خصوصیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

وقت

وقت ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔ ہماری زندگی کی کوئی ضرورت اور کوئی خواہش اُس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم اُس کے حصول کے لیے وقت نہ نکالیں اور باقاعدہ وقت نہ دیں۔ ہم اپنا وقت مسرت کی تلاش میں صرف کر سکتے ہیں، دُنیاوی مال و متاع اور دولت کمانے میں صرف کر سکتے ہیں، کام میں صرف کر سکتے ہیں، لطف اندوزی میں صرف کر سکتے ہیں یا محض وقت گزاری میں بھی ــــــ کچھ نہ کرتے ہوئے۔

وقت وہ اوّلین شے ہے جو اللہ ہم سے طلب کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ نماز ادا کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ دعوت کا کام کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے، اور بیمار کی عیادت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ اللہ سے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے ہمیں ہر لمحہ اُس کی رضا کے حصول میں صرف کرنا ہوگا۔ لیکن اگر آپ مزید گہرائی میں جا کر غور کریں تو آپ تسلیم کریں گے کہ جو چیز آپ فی الواقع قربان کر رہے ہیں وہ وقت نہیں ہے۔ وہ اشیا ہیں جن کی جستجو میں آپ کا وقت صرف ہوتا ہے، ایسی اشیا جو آپ کی زندگی کے نصب العین سے متصادم ہوسکتی ہیں، بے معنی، غیر اہم، یا اللہ کے کام کے مقابلے میں کم اہم۔ لہٰذا اسلام کے لیے وقت نکالنے سے قبل، کوئی اور کام کرنے سے پہلے، آپ کو بہت سی ایسی چیزوں کی قربانی دینی ہوگی جو آپ کا

وقت لے لیتی ہیں۔

آپ اپنے آپ کو ان چیزوں کی قربانی دینے، اور اپنا وقت اللہ کے لیے مخصوص کر دینے پر کس طرح آمادہ کر سکتے ہیں؟

یاد رکھیے کہ وقت ایسی چیز ہے جسے آپ ایک لمحے کے لیے بھی تھام کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ مسلسل آپ کے ہاتھ سے نکلتا اور پھسلتا ہی رہے گا، خواہ آپ اسے کسی کام میں بھی صرف کرنا چاہیں۔ وقت سے ملنے والا فائدہ بس وہی کچھ ہے جو آپ اُس وقت میں حاصل کر لیتے ہیں۔ ورنہ وقت تو برف کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے گا، البتہ جو چیز آپ حاصل کریں گے وہ رہ جائے گی۔

ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیے کہ وقت کا ہر لمحہ یا تو ابدی سکون و راحت میں بدل سکتا ہے یا کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب میں۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ وقت کو کیسے صرف کرتے ہیں۔ اِس بات کو ذہن نشین رکھنے کے نتیجے میں آپ زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ وقت کی قربانی دے سکیں گے۔ وہ لمحے جنھیں آج آپ اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکتے، کل آپ کے لیے نفع بخش ثابت ہوں گے، وہ کبھی ضائع نہیں جائیں گے۔ آخر آپ اُن چیزوں کے حصول کی قربانی کیوں نہ دیں جو کل آپ کو کبھی نہ ختم ہونے والی پریشانی یا پچھتاوے کی صورت میں واپس ملیں گی؟

پس جب وقت گزر ہی رہا ہے تو ذرا گہرے غور وخوض سے حساب لگایئے کہ آپ کیا حاصل کر رہے ہیں؟ کوئی ناپائدار شے یا کوئی ابدی چیز؟ آگے چل کر یہ کوئی پچھتاوا بنے گا یا خوشی؟ آپ کے وقت میں سے اسلام کو کون سی ترجیح ملی ہوئی ہے؟ اپنے وقت کا کتنا حصہ آپ نے اللہ کے لیے مخصوص کیا ہے؟ **وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ** ط(**الحشر ۵۹:۱۸**) ''ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے؟''

اللہ کے لیے اپنے وقت کی قربانی دینا اسلام کی روح ہے۔ جب بھی پکارا جائے آپ کو لازماً لبیک کہنا ہے۔ یوں اللہ کی راہ میں اپنے وقت کی قربانی دے کر آپ اپنے آپ کو ہر چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار کر لیں گے۔ دن میں پانچ مرتبہ آپ کے اندر یہ صفت راسخ کی جاتی ہے۔

جمعہ کے دن کے لیے آپ کو ہدایت ہے کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo (الجمعہ ۶۲:۹) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ و اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو''۔

دولت اور متاعِ دُنیوی

آپ کا زیادہ وقت دولت کمانے یا دولت کے ذریعے سے متاعِ دُنیوی حاصل کرنے میں گزرتا ہے۔ اُن کی طلب اور اُن کی محبت ہماری فطرت میں رچی بسی ہوئی ہے۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط (اٰل عمران ۳:۱۴) ''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں''۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ متاعِ دُنیا سے رغبت و محبت کوئی مذموم بات ہے، نہ غلط بات ہے، نہ بدی۔ یہ دُنیا برائیوں کی پوٹ نہیں' اس طرح کی باتیں قرآن کی تعلیمات میں نہیں ملتیں۔ قرآن میں مال و دولت کو گھٹیا اور حقیر چیز نہیں قرار دیا گیا ہے' خیر' کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اور یہ بالکل معقول بات ہے، کیوں کہ اللہ کی راہ اور اُخروی نعمتوں کا راستہ اسی دُنیا سے گزرتا ہے۔ اگر ہم اس دُنیا کو اپنے اوپر حرام کرلیں تو کوئی چیز ایسی نہیں بچتی جس کی مدد سے ہم آخرت کے انمول خزانے حاصل کرسکیں۔ چناں چہ یقینی طور پر یہی دُنیا وہ واحد وسیلہ ہے جس کی بنا پر ہم اللہ کی رضا اور اگلی دُنیا کی مسرتیں حاصل کرسکتے ہیں۔

جو چیز اس دُنیا کو برائی اور شر بناتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات کو فراموش کردیں کہ یہ سب کچھ ہماری صوابدید پر صرف اسی دُنیا کی زندگی کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ اُس حقیقی اور ابدی نصب العین کے حصول کا ایک وسیلہ ہے، جو اِس دُنیا و مافیہا سے بہتر چیز ہے۔ جب ذریعہ منزل بن جائے تو وہ ہمیں حقیقی قدر و قیمت والی چیز سے بھٹکا کر مصائب و آلام میں مبتلا کردیتا ہے۔

اوپر جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آگے چل کر کہتی ہے:

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ (اٰل عمرٰن ۳: ۱۴-۱۵)، یہ سب دُنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے اچھی کیا چیز ہے؟ جولوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔

دُنیاوی مال ومتاع کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب حقیقی فیصلے کا وقت آتا ہے تو اچھے اچھے ڈانواڈول اور ناکام ہوجاتے ہیں۔ چند چیزیں یادرکھنے کی ہیں جو یہ دشوار قربانیاں دینے میں آپ کی مدد کریں گی:

اوّل: کوئی چیز آپ کی اپنی ملکیت نہیں، ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ جب آپ اللہ کی راہ میں کوئی چیز قربان کرتے ہیں تو آپ وہ چیز اُس کے اصل مالک کو محض لوٹا رہے ہوتے ہیں۔

دوم: آپ کے دُنیاوی مال ومتاع کی خواہ کتنی ہی قدر وقیمت کیوں نہ ہو، آپ کے آخری سانس کے ساتھ ہی آپ کے لیے اُس کی قیمت صفر ہوجائے گی:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ (النحل ۱۶: ۹۶)، جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہوجانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (الكهف ۱۸: ۴۵-۴۶)، اور اے نبیؐ، انھیں

حیاتِ دُنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اُڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دُنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرایش ہے۔

سوم: صرف اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ہی آپ اس کا کئی گُنا زیادہ واپس حاصل کر سکتے ہیں:

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ (المزمل ۷۳:۲۰)، اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ ۲:۲۶۱)، جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سَو دانے ہوں، اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے: اسلام سے آپ کی وابستگی کے دعوے کی کیا حیثیت رہ جائے گی اگر آپ اپنے نصب العین کے بجائے فضول قسم کی لطف اندوزی، مثلاً تمباکو نوشی اور چٹورپن پر زیادہ رقم خرچ کریں۔ اللہ کے وعدے پر آپ کے ایمان کی کیا حیثیت ہوگی اگر اس دُنیا میں حصولِ منفعت کی ہلکی سی اُمید پر بھی آپ اپنی ساری بچت کی سرمایہ کاری کرگزریں، مگر، کم ازکم سات سَو گُنا نفع کا وعدہ، جو کبھی واپس نہیں لیا جائے گا، آپ کو اپنے بٹوے کا مُنھ

کھولنے پر مجبور نہ کرے۔ آپ حساب لگا سکتے ہیں کہ اپنی دولت کا جتنا حصہ آپ اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُس کی روشنی میں اسلام کو آپ کی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے۔

دولت کی قربانی دینا کبھی بھی آسان کام نہیں رہا۔ مگر ہمارا زمانہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں بہتر معیارِ زندگی، عیش وعشرت پسندی، اسراف، اور مادّیت پرستی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں اس معاملے میں آپ کو ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

زندگی

ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ کی راہ میں آپ کو اپنی جان قربان کردینے کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔ اپنی جان کی قربانی پیش کردینا شہادت دینے کا بلند ترین عمل ہے، ایسی صورت میں آپ شہید کہے جانے کے حق دار قرار پاتے ہیں۔ زندگی آپ کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس کی قربانی دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے وہ سب چیزیں قربان کردیں جو زندگی آپ کو عطا کرتی ہے یا عطا کرسکتی ہے، وہ تمام مادّی اور غیر مادّی چیزیں جن کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

جوں ہی آپ کو اس حقیقت کا احساس ہوگا کہ اپنی زندگی کے مالک آپ نہیں ہیں بلکہ اللہ ہے تو آپ یقیناً اُس کی راہ میں اپنی زندگی نثار کردینے پر آمادہ وتیار ہوجائیں گے۔ آپ اُس کی امانت اُس کے حضور پیش کردیں گے۔ یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ موت سے آپ کو مفر نہیں ہے، وہ اپنے مقررہ وقت پر، مقررہ جگہ پر اور مقررہ طریقے سے آکر رہے گی۔ (اٰل عمران ۳:۱۸۵، ۱۴۴-۱۴۵، ۱۵۴-۱۵۶، النّساء ۴:۷۸)۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں وہ اپنے لیے، اپنی قوم کے لیے اور اپنے نصب العین کے لیے حیاتِ ابدی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ عمل اُن کی موت کو افضل واشرف موت بنا دیتا ہے۔
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o

(البقرہ ۲:۱۵۴) ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، اُنھیں مُردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا''۔

حُبِّ دُنیا نہ ہو، خوفِ مرگ نہ ہو، تب ہی آپ کو وہ استقامت حاصل ہوگی جو زندگی قربان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مخالف قوتوں پر آپ صرف اُسی صورت میں غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جب جان دینے پر آمادہ ہوں۔ کامیابی کا دروازہ بس اسی طرح کھلے گا۔ مر کر آپ زندگی پا لیتے ہیں، اپنے لیے بھی اور اپنی قوم کے لیے بھی۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ جب تک آپ جان دینے کے لیے تیار نہ ہوں تب تک آپ زندہ رہنے کے حق سے محروم رہیں گے، بالخصوص بحیثیتِ قوم۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے پکارا جائے گا، مگر آرزوے شہادت کی آگ ہر دِل میں بھڑکنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرے یا اس کی آرزو بھی نہ رکھے وہ منافق کی موت مرے گا'' (مسلم)۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، اور پھر زندہ کیا جاؤں، اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جاؤں'' (بخاری، مسلم)۔

غیر مادّی قربانیاں

وقت، دولت، زندگی اور اسی طرح کی دیگر چیزیں قربان کرنا، کوئی شک نہیں کہ، بڑا دُشوار کام ہے، مگر ان چیزوں کے مادّی اور محسوس اشیا ہونے کی وجہ سے ان کی قربانی میں کئی لحاظ سے زیادہ مشکل پیش نہیں آتی۔ آپ جو کچھ بھی قربان کریں گے، وہ نظر آنے والی چیز ہوگی۔ جو قربانی آپ دیں گے اُسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اطمینان کر سکیں گے۔ علاوہ ازیں بڑے پیمانے پر ایسی قربانیوں کی ضرورت بالعموم کسی بحران یا آزمایش کے وقت پیش آتی ہے۔ مصیبت اور آزمایش کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، جو انسان کے اندر کے جذبات کو تحریک دے کر اُس سے اپنی بہترین چیزیں باہر نکلوا لاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر آپ صورتِ حال سے باخبر

ہوتے ہیں، آپ کو احتیاجات کی فوری تکمیل کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے اور آپ جذبات سے مغلوب بھی ہوتے ہیں۔ نیز ایسی قربانیاں بنیادی طور پر ذاتی نوعیت کی قربانیاں ہوتی ہیں، اپنی مرضی سے دی جاتی ہیں، بالعموم ان قربانیوں سے باہمی تعلقات کا پیچیدہ جال نہیں الجھتا۔

وہ تو غیر مادّی اور غیر محسوس قسم کی اشیا کی قربانیاں ہیں جو نہ صرف زیادہ مشکل ہیں، فرد اور معاشرے کے لیے زیادہ اہم ہیں اور جدوجہد میں کامیابی کے لیے زیادہ ضروری ہیں، لیکن انھی قربانیوں سے صرفِ نظر کرنے، یا انھی قربانیوں کو نظرانداز کر دیے جانے کے امکانات بھی نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ان قربانیوں کو قربانی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ ان اشیا کی قربانی کو نظرانداز کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جس چیز کی قربانی دے رہے ہیں اُس کی جڑیں آپ کے دِل و دماغ کی پہنائیوں میں پیوست ہیں، وہ ٹھوس اور نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں، آپ کو اُن کی قربانی دیتے ہوئے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور یہ قربانیاں صرف بحران و آزمایش کی گرما گرمی میں نہیں، بلکہ روزمرہ زندگی میں، بغیر کسی کو دکھائے اور بغیر کسی کے علم میں لائے، ہر روز دی جاتی ہیں۔

اجتماعیت کی زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جدوجہد کے وقت ایسی قربانیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ اس نوعیت کی قربانیاں ہیں کہ آپ بمشکل ہی ان کو قربانیاں سمجھیں گے۔ مگر ایسی قربانیوں کے بغیر کوئی مضبوط ہم آہنگ اجتماعی زندگی وجود میں آسکتی ہے، نہ کامیابی کی اُمید کے ساتھ کوئی جدوجہد کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر اپنی پسند وناپسند کو لے لیجیے۔ دولت کی طرح اس کا حساب نہیں لگایا جاسکتا، مگر افراد، اشیا اور موقف سے متعلق اپنی پسند وناپسند کی آپ کو قربانی دینی ہوگی۔ ایسی غیر محسوس اشیا کی قربانی دینے کے لیے درحقیقت نسبتاً بڑے جذبۂ قربانی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اللہ کے کام میں انسان کو نہ صرف اپنی جان و مال، وقت اور وسائل کی قربانی دینی پڑتی ہے، بلکہ اپنی پسند وناپسند اور اپنی محبت ونفرت کی بھی قربانی دینی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے صرف اللہ کی خاطر محبت کی اور صرف اللہ کی

خاطر نفرت کی، اُس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا''۔**(ابو داؤد، ترمذی)**

جب ہم صحابۂ کرام کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: اللہ اُن سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ) کیوں؟ کیوں کہ اُنھوں نے اپنی ذات کو اس حد تک فنا فی اللہ کر دیا تھا کہ اللہ کی پسند اُن کی پسند، اور اللہ کی ناپسند اُن کی ناپسند بن گئی تھی۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنی جان و مال کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا بلکہ اپنی پوری ذات اللہ کے حوالے کر دی تھی۔

اس اہم ترین نوعیت کی قربانی کو عموماً ہم نظر انداز کر دیتے ہیں جس کے بغیر اتحاد و اتفاق کے مسالے سے تشکیل پانے والی اُس اجتماعیت کا بننا انتہائی مشکل ہے جو تنہا اللہ کے کام کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ آیئے ہم قربانی کی ان اقسام پر ایک اجمالی نظر ڈال لیں۔ ان میں محبت، نفرت، رشتہ داریاں، پسند و ناپسند، ترجیحات و تعصّبات، آرزو اور اُمنگ، آرام و راحت، اُمیدیں اور توقعات، رسوم و رواج، اقدار اور رویّے، عہدہ و منصب یا محض اَنا اور خود پسندی شامل ہیں۔

کنبے کی محبت

کنبے کی محبت دُنیا کا طاقت ورترین اور غالب ترین رشتہ ہے۔ مہد سے لحد تک والدین کی محبت، بچوں کی محبت، بیوی کی محبت، خاوند کی محبت، بھائیوں اور بہنوں کی محبت، بلکہ دوسرے رشتہ داروں کی محبت بھی ہماری زندگی کا محور بنی رہتی ہے۔ یہ محبتیں ہمارے تمام تعلقات پر غالب رہتی ہیں۔ عام طور پر ہماری زندگی، ہمارا روزگار اور مال و متاعِ دُنیا کا حصول اُنھی کی محبت کی خاطر اور اُنھی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے وقف ہو جاتا ہے۔

ہم اپنے دل و دماغ، اپنی توجہ اور وفاداری اور اپنے وقت اور دولت پر کسی اور حق سے پہلے عام طور پر اس محبت کا حق تسلیم کرتے ہیں۔ کنبے کی محبت کا تعلق ہمیں جس طرح جوڑے رکھتا ہے اُس طرح کوئی اور تعلق نہیں جوڑ سکتا۔ ہم اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ 'مجھ پر

سب سے پہلا حق میرے گھرانے کا ہے' یا کسی کو اس فخر کا اظہار کرتے دیکھتے ہیں کہ 'میری وفا اور میرا خلوص سب کچھ اپنے خاندان کے لیے وقف ہے'۔ اس کے معقول دلائل ہیں۔ خاندان قدیم ترین اور اہم ترین انسانی ادارہ ہے۔ انسان نے اب تک جن تہذیبوں اور ثقافتوں کی تشکیل کی ہے، یہ اُن سب کا سنگِ بنیاد ہے۔ ایسی مؤثر اور گہری محبت اور ایسی غالب وفاداری کے بغیر تہذیبی اقدار، معیارات اور طور طریقے اگلی نسل کو منتقل کیے جاسکتے ہیں، نہ ان کو محفوظ اور برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ کنبے کے بغیر آدمی، آدمی ہی نہیں رہتا، برباد ہو جاتا ہے۔ پھر کنبے کی محبت بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کے واضح دلائل ہیں:

اوّل: آپ اُس وقت تک اپنی ذات کو اللہ کے سپرد نہیں کرسکتے جب تک کہ آپ کی زندگی، آپ کی محبت اور آپ کی وفاداری پر اللہ کا حق سب سے مقدم اور سب سے اہم حق نہ بن جائے۔ یوں کنبے کا حق اللہ کے حق کا مطیع ہوگا۔ بصورتِ دیگر یہ امکان ہے کہ کنبے کی محبت ایک صاحبِ ایمان کو اللہ کے احکام کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنے پر مائل یا مجبور کردے۔

دوم: کنبہ ہمیشہ سے وہ مضبوط ترین قلعہ رہا ہے جس میں مستحکم اقدار، عقاید، رسوم و رواج اور طرزِ حیات وغیرہ مورچہ بند رہتے ہیں۔ مسلمان بننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات میں اور اپنے معاشرے میں ایک تبدیلی لانا شروع کرتے ہیں۔ آپ مستحکم بنیادوں پر قائم طرزِ زندگی کو چیلنج کرنا شروع کرتے ہیں اور اُسے اُکھاڑ پھینکنے کا آغاز کرتے ہیں۔ باپ دادا کے طور طریقوں سے بغاوت اور اُن میں تبدیلی لانے کے خلاف پہلی مزاحمت خاندانی محبت کی حدوں کے اندر ہی سے پیدا ہوگی۔ یہ بالکل فطری بات ہے۔

سوم: جو کچھ آپ کے پاس ہے اُسی کے بل بوتے پر آپ جہاد کا عزم کرتے ہیں۔ آپ کی ہر چیز، بشمول خاندانی محبت کے حق پر، جہاد کا حق دیگر تمام حقوق سے فائق ہونا چاہیے۔ کوئی چیز آپ کو جہاد کے راستے سے منحرف نہ کرسکے۔ خاندانی محبت اگر کوئی رُکاوٹ نہ بنے، تب بھی آپ کو اپنے فرض کی تکمیل کی خاطر کئی طریقوں سے یہ قربانی دینی پڑے گی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم ہمیں آگاہ کرتا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ لا وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ٥ (الانفال ۸:۲۸)، ''اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمایش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے''۔

اور ہمارے سامنے یہ بنیادی گہرا سوال رکھتا ہے کہ تم کس سے زیادہ محبت رکھتے ہو؟ اللہ سے یا......؟

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥ (التوبہ ۹:۲۴)، اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی، اور تمھاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

خاندانی محبت کی قربانی مختلف صورتوں میں دی جاسکتی ہے، اِس کا انحصار اِس بات پر ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اُس کی رضا کے حصول کی جدوجہد میں کس انداز سے آڑے آتی ہے۔ پہلی مثال یہ ہے کہ خاندانی محبت مطالبہ کرتی ہے کہ والدین، خاندان کے بڑوں، باپ دادا کے طورطریقوں یا رسوم و رواج اور معاشرے کی اطاعت کی جائے۔ اگر ایسی اطاعت اللہ کی اطاعت سے متصادم ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیے۔ آپ کو اپنی عقل، اپنے ضمیر، اپنے عقیدے اور اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت کا کہا ماننا چاہیے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ٥ (البقرہ ۲:۱۷۰)، ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں اُن کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ

ہم تو اُسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا، اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہِ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انھی کی پیروی کیے چلے جائیں گے؟

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (**العنکبوت ۸:۲۹**)، ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔

مزید یہ کہ آپ جن سے محبت کرتے ہیں وہ آپ کے عقیدے پر ایمان لانے سے انکار کر سکتے ہیں، یا وہ اللہ اور اُس کے کام کی کھلی مخالفت پر اُتر سکتے ہیں۔ ایسے مخالف رشتہ دار حق کی آواز کو دبانے کی کوشش کریں گے، آپ کا تمسخر اُڑائیں گے اور تضحیک کریں گے، آپ کو ستائیں گے، گھر سے نکال دیں گے اور آپ کو خاندان سے خارج کر دیں گے۔ آپ کو ایسے ضرر رساں اور مخالف ارکانِ خاندان سے اپنی محبت اور تعلق کے تمام جذبات کی قربانی دینی ہوگی۔ اللہ کی محبت اور اللہ کے دُشمنوں کی محبت ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اُن کی محبت سے مکمل دست برداری جیسی بڑی قربانی دے کر ہی آپ اپنے عقیدے کو اپنے دل میں پختہ کر سکتے ہیں اور اپنا شمار اللہ کی جماعت (حزب اللہ) میں کروا کر اُس کی رضا و خوش نودی اور اُس کی جنت کا انعام حاصل کر سکتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال لیجیے، جو اللہ کی راہ میں قربانی کا نمونۂ کامل تھے۔ سب سے پہلے اُنھیں اپنے والد کو چھوڑنا پڑا، حتیٰ کہ اُن کے لیے دُعاے مغفرت کرنے سے بھی اللہ کے حکم پر دست کش ہو گئے، اور آخر کار اللہ کے حضور اپنے لختِ جگر کا ذبیحہ پیش کرنے کو بھی تیار ہو گئے۔ یا سیدنا لوط علیہ السلام کی مثال لیجیے جنھیں اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنا پڑا، کیوں کہ وہ اُن لوگوں

کی ہم درد تھی جنھوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی اُس دعوت پر کان دھرنے سے انکار کردیا تھا جوایک اللہ کی بندگی اختیار کرنے کے لیے اُن کودی جارہی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا رضی اللہ عنہم کی مثال لیجیے، باپ بیٹوں کے سامنے صف آرا تھے اور بیٹے باپ کے سامنے، حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی، مگر اُن کے پاے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔

وہ لوگ جو ایمان لانے سے محض انکار کرتے ہیں اور مخالفانہ سرگرمیوں میں فعّال نہیں ہوتے، اُن کے معاملے میں آپ کی قربانی کی نوعیت قدرے مختلف ہوتی ہے۔ اُن سے آپ کو اپنی دوستی ختم کردینی چاہیے، لیکن سلوک عادلانہ اور کریمانہ کرنا چاہیے۔ اُلفت و محبت کے تمام تعلقات کا خاتمہ انتہائی اقدام ہے، مگر ان تعلقات سے چھلانگ یک لخت ہی لگانی ہوگی۔ جولوگ آپ کے عقائد کو پسند نہیں کرتے یا اُن سے اتفاق نہیں رکھتے، اور اس بات کو راز بھی نہیں رکھتے، ایسے اعزہ و اقارب کے ساتھ مستقلاً رہنا آپ کو زیادہ مشکل میں مبتلا کرسکتا ہے اور بہت بڑی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ کیوں کہ جب آپ کے عقیدے اور ایمان کو بُرا بھلا کہا جائے گا تو آپ کو شدید اذیت ہوگی اس کے باوجود آپ کو ان کے ساتھ تحمل و برداشت سے پیش آنا ہوگا۔

ضروری نہیں کہ آپ کے اہلِ خاندان آپ کے نصب العین کی مخالفت ہی کریں، یا اس معاملے میں غیر جانب دار رہیں، وہ ہمدرد بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اُن سے محبت کے تقاضوں اور اللہ سے محبت کے تقاضوں میں ٹکراؤ، یا اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ ایسی صورتوں میں یہ بات نہ بھولیے کہ خود اچھے مسلمانوں سے محبت بھی بعض اوقات اللہ کی محبت کی راہ سے بھٹکا سکتی ہے، لہٰذا قربانی کی ضرورت وہاں بھی پیش آتی ہے۔

اکثر اوقات آپ کو مختلف اقسام کے نرم و نازک اور لطیف دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ ان کی مزاحمت کے لیے آپ کو متعدد طریقوں سے مسلسل قربانیاں دینی ہوں گی۔ ان میں سے تمام صورتیں اتنی سادہ اور واضح نہیں ہوتیں کہ آپ آسانی سے کسی فیصلے پر پہنچ جائیں۔ کبھی ان کی ناپسندیدگی اور نامنظوری آپ کے سامنے بظاہر یا بباطن بڑے سادہ انداز میں پیش کی جائے

گی، مگراسے بھی رد کرنا ہوگا۔ بعض اوقات التجائیں اور مطالبات پیش کرتے ہوئے محبت کا واسطہ دیا جائے گا، حقوق کا واسطہ دیا جائے گا اور اختیارات کا واسطہ دیا جائے گا، سب کا اسلام سے جواز بھی پیش کیا جائے گا، آپ کو ان سب کا مقابلہ مناسب طریقے سے کرنا ہوگا۔ بیوی بچے محبت اور التفات کے طالب ہوں گے، آپ کو سب میں توازن رکھنا ہوگا۔

ایسی صورت میں آپ کو اُنھیں خوش رکھنے کی ضرورت پر اللہ سے اپنے عہد کو غالب رکھنا ہوگا، اُن کا دِل نہ دُکھائیں، اُنھیں مایوس نہ کریں اور اُن کی اُمیدوں کو رد نہ کریں۔ بصورتِ دیگر آپ کو اُن سے ملنے والی مدد اور تقویت سے دست کش ہو جانا پڑے گا اور اُن کی گرم جوشی اور جذباتی محبت سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ کو بڑے پیچیدہ فیصلے کرنے ہوں گے کیوں کہ اگر وہ اللہ کے کام میں آپ کی راہ کی رکاوٹ بن گئے تو ایک مقام پر پہنچ کر آپ کو اپنے ان فرائضِ ذمہ داریوں، خدمت گزاری اور اُن کے حکم کی تعمیل سے ہاتھ اُٹھالینا ہوگا۔

دوستی

افراد کے مابین قائم ہونے والے الفت ومحبت کے رشتوں میں سے ایک بڑا رشتہ دوستی کا تعلق ہے۔ دوستیاں، ہم مزاجی، مشترکہ مفادات ومقاصد اور مشترکہ اہداف کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے آپ کا ایک ہی ہدف اور مقصد ہے: اپنے پورے وجود کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دینا، لہٰذا بہت سی دوستیوں کی آپ کو قربانی دینی ہوگی اور اسی طرح بہت سی دُشمنیوں اور نفرتوں کو بھی ختم کرنا ہوگا۔ اس کے برعکس نئے دوست بنانے ہوں گے۔ کوئی شخص جسے آپ کبھی پسند نہیں کرتے تھے، اُس کے لیے آپ کے دِل میں جگہ نکل آئے گی، وہ آپ کو عزیز ہو جائے گا۔

خاندانی رشتے ہوں یا دوستیاں، سماجی تعلقات زندگی کی ضرورتوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ اپنی مدد وتعاون سے وہ آپ کو ضروری کمک اور طاقت فراہم کرتے ہیں۔ آپ کو ایسی حیات بخش کمک اور سماجی تقویت کی قربانی دینی ہوگی کیوں کہ دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں، رشتے بکھر جاتے

ہیں اور حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو صادق و امین اور قابلِ احترام رہنما تھے، یکا یک (نعوذ باللہ) 'فاتر العقل'، 'دیوانے' اور 'لوگوں کے دُشمن' کہے جانے لگے تھے۔

نقطۂ نظر اور موقف

دوستیوں اور رشتہ داریوں کی طرح آپ کی پسند و ناپسند کا بھی آپ کی زندگی کے ہر حصے پر غالب اثر پایا جاتا ہے۔ اس میں آپ کے خیالات، آپ کا نقطۂ نظر، آپ کا ذوق، آپ کا مزاج، آپ کے جذبات واحساسات اور آپ کے رویّے اور آپ کا برتاؤ بھی شامل ہے۔ بسا اوقات ان میں سے ہر ایک کی اپنے اپنے طریقے سے قربانی دینی پڑتی ہے۔

اپنا نقطۂ نظر اور اپنے خیالات آپ کو ہمیشہ عزیز رہتے ہیں۔ اپنے نظریے سے آپ کی جذباتی وابستگی صرف اسی صورت میں پختہ ہوتی ہے جب آپ اپنی زندگی کے نصب العین سے عہدِ وفا استوار کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے اندر صحیح اور غلط یا حق اور باطل میں امتیاز کی ایک طاقت وَر حِس پیدا ہو جاتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر وقت یہ خیال آپ کے ذہن میں رہتا ہے کہ اندازِ نظر صرف ایک ہی ہو سکتا ہے: صحیح یا غلط، اور آپ کو ہمیشہ درست طرزِ فکر اختیار کرنا ہے۔ تاہم آپ کے نظریات، کسی خاص معاملے پر آپ کی حکمت عملی اور آپ کے کام کرنے کا طریقہ، ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے لیے قابلِ قبول نہ ہو۔ ایسی صورت میں آپ کو اُنھیں چھوڑنا ہوگا، آپ کو اپنے ان نظریات سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی، یا اُن نظریات کے خلاف کام کرنا ہوگا۔ لیکن جب تک آپ کسی معاملے میں اللہ کے کسی صریح حکم کی خلاف ورزی نہ دیکھیں، آپ کو اپنی رائے کی قربانی دینی ہے۔ اجتماعیت کی زندگی کو طاقت ور بنانے کے لیے دی جانے والی یہ قربانی مال و دولت کی قربانی سے زیادہ اہم ہے۔

جذبات واحساسات

بعینہٖ آپ کو اپنے جذبات واحساسات بھی بے حد عزیز ہوتے ہیں۔ بسا اوقات آپ کو

اپنے ایسے مشاغل ترک کر دینے پڑتے ہیں، جو اللہ کی رضا و خوش نودی کے کام نہیں ہیں، خواہ وہ آپ کو مرغوب ہوں، آپ اُن میں کشش محسوس کرتے ہوں اور اُنھیں مفید سمجھتے ہوں، جب کہ بعض اوقات صرف اللہ کی رضا و خوش نودی کی خاطر آپ کو ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جنھیں آپ پسند نہیں کرتے اور جو آپ کے مزاج کے خلاف ہیں۔ کئی مواقع پر آپ کو اپنے بولنے کی خواہش کو دبانا ہوگا اور خاموش رہنا ہوگا خواہ اپنی بات کہہ دینے کا کتنی ہی شدّت سے دِل کیوں نہ چاہ رہا ہو۔ اور کسی موقع پر آپ کا خاموش رہنے کا جی چاہ رہا ہوگا مگر بولنا پڑے گا۔ آپ کو شدید غصہ آئے گا اور انتقام کا جذبہ جوش مار رہا ہوگا، برا بھلا سنانے کی خواہش پیدا ہو رہی ہوگی، مگر آپ کو اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ بعض مواقع پر آپ کو تنہائی اور سکون کی ضرورت محسوس ہو رہی ہوگی مگر آپ کو بھرپور سماجی سرگرمیوں اور عوامی رابطوں میں منہمک ہونا پڑے گا۔ اور بعض اوقات آپ کا دل لوگوں سے ملنے جُلنے کو چاہ رہا ہوگا، مگر اکیلے رہنا پڑے گا۔ آپ کے اندر 'کچھ حاصل کر لینے' یا 'کچھ بن جانے' کی اُمنگ موجیں مار رہی ہوگی، مگر آپ کو اپنی ان آرزوؤں سے مکمل طور پر دست بردار ہونا پڑے گا۔ آپ کو اپنی ذاتی خواہشات اور ذاتی منصوبے ردّی کی ٹوکری کی نذر کر دینے ہوں گے۔

ذوق اور مزاج

بہت سے عام معاملات میں بھی آپ کو اپنے ذوق اور مزاج کی قربانی دینی ہوگی۔ آپ کو ایسے انداز سے زندگی بسر کرنے، کھانے پینے، سونے اور پہننے پر مجبور ہونا پڑے گا جو آپ کو پسند نہیں، آپ کے مزاج کے مطابق نہیں، یا آپ کی ترجیحات اور آپ کے طرزِ زندگی سے لگّا نہیں کھاتا۔ آپ کو یہ طرزِ حیات قبول کرنا ہوگا، بغیر ناک بھوں چڑھائے، برضا و رغبت، دوسروں کی دِل شکنی کیے بغیر اور اُن کے لیے مشکلات اور انتشار پیدا کیے بغیر۔

اَنا اور خود پسندی

اور آخر کار آپ کو اپنی انا، اپنی خود پسندی، اپنے متعلق حسین تصورات اور ان تصورات

سے اپنی محبت، سب کچھ قربان کر دینا ہوگا۔ یہ ظاہری اور باطنی بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے۔ اپنے آپ کو فنا کر دینا صرف راہِ سلوک ہی کا ایک مرحلہ نہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے پر چلنے کے لیے جو واحد چیز درکار ہے وہ بھی یہی ہے کہ آپ کو اپنی اَنا، اللہ کی رضا کی خاطر فنا کر دینی ہوگی۔ ہماری خود پسندی، ہمارے نزدیک اتنی اہم چیز بن جاتی ہے کہ اس کے نتیجے میں ضد، ہٹ دھرمی، خودسری، خودستائی، ڈھٹائی، اور دوسروں کی تذلیل جیسی بُری عادات پروان چڑھ جاتی ہیں۔ اپنی اَنا اور خود پسندی کی قربانی دینا زندگی کا سب سے کٹھن کام ہے، مگر یہ کرنا ہی ہوگا۔

مسلسل اور دائمی قربانیاں

بعض قربانیاں زندگی میں ایک ہی بار دینی ہوتی ہیں، جیسے جان کی قربانی۔ کچھ قربانیاں بہت معمولی ہوتی ہیں مگر مسلسل دینی پڑتی ہیں۔ ان کے بعض غیر محسوس پہلوؤں کے سبب ان کا تسلسل ہی انھیں اہم بنا دیتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ان کے معاملے میں آپ کو ہر وقت چوکس اور چوکنا رہنا پڑتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا موقع آئے اور آپ اونگھ رہے ہوں، بے اعتنائی سے بیٹھے ہوئے ہوں، غفلت اور بے دھیانی کی کیفیت میں ہوں، یا موقع پہچان نہ سکیں۔ دوسرے یہ کہ ان قربانیوں کے لیے عزمِ مسلسل و متواتر درکار ہوتا ہے، جس کو برقرار رکھنے کے لیے زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ قربانیاں اتنی چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ان کے بَل پر کوئی سُورما نہیں بن سکتا، مگر کردار سازی، معاشرتی نظم و ضبط اور کامیابی کے لیے ان کی اہمیت کسی لحاظ سے کم نہیں۔ مسلسل گرنے والا پانی کا ایک معمولی قطرہ بھی پتھر کی چٹان میں سوراخ کر دیتا ہے۔ چوتھے یہ قربانیاں بحران اور مصیبت کے وقت نہیں طلب کی جاتیں، بلکہ ان کی ضرورت عام حالات اور روزمرہ زندگی میں پیش آتی ہے۔ اسی وجہ سے معمولی ہونے کے باوجود یہ قربانیاں پیش کرنا بہت دُشوار کام ہے۔ کیوں کہ شدید بحران کے وقت، جب کسی بڑے چیلنج کا سامنا ہو تو کوئی بڑا اعزاز ملنے کی توقع پر اپنی اندرونی صلاحیتوں کو اُبھارنا، اپنے عزم و ارادے

کو جگانا اور اپنی بہترین مساعی کو بروے کار لے آنا نسبتاً سہل ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ ایک طرح سے آپ کو زندگی کے ہر لمحے چھوٹی چھوٹی ـــــ بہت چھوٹی چھوٹی ـــــ قربانیاں دینی پڑتی ہیں، کیوں کہ زندگی کے ہر ہر قدم اور ہر ہر ثانیے میں آپ کو دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، خواہ یہ کتنا ہی چھوٹا معاملہ کیوں نہ ہو۔ اللہ کی رضا وخوش نودی کی خاطر کسی بھی پہلو کا انتخاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی نہ کسی چیز کی قربانی دینے کا فیصلہ کر رہے ہیں، یہاں تک کہ اگر آپ نمازِ فجر ادا کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ اپنی نیند اور گرم بستر کی قربانی دے رہے ہوتے ہیں۔

ایک ایسے پہاڑی راستے پر ڈرائیونگ کرتے ہوئے جس میں گہری کھائیاں آتی ہوں، آڑی ترچھی ڈھلوانیں ہوں اور اندھے موڑ پڑتے ہوں، آپ زیادہ محتاط رہیں گے تاکہ محفوظ ڈرائیونگ کرسکیں اور تمام مشکلات سے نبرد آزما ہوسکیں۔ مگر کسی ایسے راستے پر جو ہموار ہو، حادثات سے محفوظ ہو، اُس میں کسی موڑ کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو، کوئی رکاوٹ نہ پیش آتی ہو اور کوئی اُترائی یا چڑھائی نہ ہو تو اُس راستے پر آپ کے بے پروائی اور غفلت سے ڈرائیونگ کرنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ یوں آپ کو کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے، یا آپ اپنا کوئی موقع ضائع کرسکتے ہیں، یا اپنے راستے سے بھٹک سکتے ہیں، یا بے دھیانی میں اپنی منزل سے دُور نکل سکتے ہیں۔

گویا روزمرہ زندگی میں قدم قدم پر قربانیاں دینی پڑتی ہیں ـــــ گھر میں، دفتر میں، بازار میں، معاشرتی تعلقات میں، تنظیمی سرگرمیوں میں، یہاں تک کہ تنہائی میں بھی ـــــ جن سے غفلت ہوسکتی ہے۔ یہ قربانیاں دینا زیادہ دُشوار ہے، محض اِس وجہ سے کہ انھیں قربانی تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔

کامیابی کے امکانات کی عدم موجودگی میں

جب دُنیاوی کامیابی سامنے نظر نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں دی جانے والی قربانیوں کی مزید جہتیں سامنے آتی ہیں۔ جب آپ کی جدوجہد کے ثمر بار ہونے کے امکانات نظر آرہے

ہوں تو نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے کہ آپ اپنا وقت، اپنا مال اور اپنی زندگی قربان کردیں، اپنی رائے سے دست بردار ہوجائیں، ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہوجائیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے یا اُن طریقوں کو اختیار کرلیں جو ذاتی طور پر آپ کو ناپسند ہیں۔ مگر جب کامیابی کے امکانات موہوم یا معدوم ہوں تو یہ تمام کام انتہائی مشکل ہو جاتے ہیں۔ مایوسی کے لمحات میں، جب کامیابی کی کوئی اُمید نظر نہ آرہی ہو یا شکست واضح انداز سے دکھائی دے رہی ہو، زیادہ امکان یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے وقت اور مال سے چمٹے رہیں، اپنی رائے پر اصرار کریں اور اپنے ناپسندیدہ افراد، یا طور طریقوں کو ایک تنازع بنا کر کھڑا کردیں۔ ایسی صورتوں میں دی جانے والی قربانیوں کا بہت بڑا اجر ہے۔

قربانی کیسے دی جائے؟

آپ اپنے اندر کی اُن صلاحیتوں کو کیسے بیدار کریں گے جو آپ میں قربانی کا جذبہ اور استعداد، پیدا کریں، پروان چڑھائیں اور برقرار رکھیں؟ آپ سے جو قربانی طلب کی جائے گی اُس کے لیے اپنے آپ کو کس طرح آمادہ و تیار کریں گے؟

ان میں سے کچھ طریقوں سے تو آپ کو قربانی کی اقسام پر بحث کے دوران ہی آگاہی ہو چکی ہے۔ تاہم کچھ بنیادی اندرونی صلاحیتیں ایسی ہیں جن پر زیادہ زور دینے اور جنھیں ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے اور جو آپ کو خود اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ مگر سب سے پہلے ہم چند ایسے بنیادی اُصولوں کو دُہرا لیتے ہیں جن پر ان صلاحیتوں کا انحصار ہے:

اوّل، قربانی اُسی صورت میں قربانی کہلائے گی جب آپ کوئی ایسی چیز قربان کریں جس کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت ہے، یا جسے آپ عزیز رکھتے ہیں۔ ایسی چیزوں کی قربانی آپ اُن سے زیادہ قیمتی، زیادہ محبوب، زیادہ پسندیدہ یا زیادہ ضروری اور زیادہ اہم چیزوں کی خاطر دیتے ہیں۔

دوم، آپ جس چیز کی قربانی دیتے ہیں اُس کی ظاہری شکل خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو___ وقت، مال، زندگی، پسند و ناپسند، نقطۂ نظر___ آپ اصل قربانی ان چیزوں کی نہیں، بلکہ ان چیزوں کی محبت اور آپ کے نزدیک ان چیزوں کی جو قدر و قیمت ہے، اُس کی قربانی دیتے ہیں۔

سوم، اُس صورت میں ان چیزوں کی قربانی دینے پر آپ کے عزم و آمادگی میں مزید اضافہ ہوگا جب اللہ کی محبت اور اُس کے انعامات کی قدر و قیمت آپ کی نظر میں انتہائی شدّت و قوت کے ساتھ بڑھتی جائے گی اور جن چیزوں کی قربانی آپ دے رہے ہیں، وہ ان کے مقابلے میں آپ کو بے قیمت اور حقیر نظر آنے لگیں گی۔

اللہ سے محبت

محبت ہر شے کی بنیاد ہے۔ لہٰذا آپ بخوبی ادراک کر سکتے ہیں کہ قربانی دینے کے لیے جو اندرونی استقامت درکار ہے، اُس کے لیے آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے___ اللہ سے محبت کی۔ آپ کے دل میں اللہ کی محبت کتنی ہے؟ کیا آپ دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ اُس سے محبت کرتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن کہتا ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط (البقرہ ۲:۱۶۵)، ''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کو ایک سادہ مگر انتہائی معنی خیز سوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ تمھیں کون زیادہ عزیز ہے؟ اللہ، اُس کا رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد یا باپ، بیٹے، بیویاں، بھائی، مال و دولت، گھر بار، تجارت اور کاروبار؟ (التوبہ ۹:۲۴)۔ صرف ایسی محبت سے جذبۂ قربانی خارج سے وعظ و نصیحت کی تحریک پر کی جانے والی نیکی کے بجاے اپنی اندرونی لگن سے کیے جانے والے عمل میں بدل جائے گا۔ تبھی آپ ایمانی تقاضوں کی تکمیل پر حقیقی خوشی اور مسرت سے سرشار ہو سکیں گے۔ یاد رکھیے کہ ایمان بھی دو قسم کا ہوتا ہے: ایک ہماری زبان پر رہتا ہے اور یہ ایسا ایمان ہے جو بوجھ بن جاتا ہے۔ ایک ایمان وہ ہے جو ہمارے دِل کی گہرائیوں میں سرایت کر جاتا ہے اور یہ وہ ایمان ہے جو خوشی، اطمینان اور لطف کا باعث بنتا ہے۔ جب یہ

ایمان حاصل ہو جائے تو اگر آپ سے وقت، مال و دولت اور زندگی کی یا پسند و ناپسند اور نقطۂ نظر کی قربانی طلب کی جائے گی تو آپ یہ چیزیں بخوشی قربان کر دیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس کے پاس ہوں اُس نے ایمان کی حلاوت کا ذائقہ چکھ لیا: (اُن میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ) وہ دُنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہو'' ......**(بخاری، مسلم)**

اللہ سے ایسی محبت کس طرح کی جائے کہ وہ ہر شے کی محبت سے بڑھ جائے؟ اس مقصد کے لیے کوئی جامع فارمولا ہے، نہ ہو سکتا ہے، مگر چند چیزیں کارگر ہو سکتی ہیں اور ان میں سے ہر چیز آپ کی اُن اندرونی صلاحیتوں میں اضافہ کرے گی جو قربانی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے درکار ہیں۔

ذکر الٰہی

ہر وقت یاد رکھیے کہ اُس نے آپ کو کیسے پیدا کیا ہے، کس طرح آپ کی ضرورت کی ہر چیز آپ کو مہیا کی ہے، وہ کتنا رحیم و کریم ہے۔ اپنے وجود پر نظر ڈالیے، اپنے اردگرد کی کائنات کا مشاہدہ کیجیے، آپ کو ہر طرف اُس کی رحمت و رافت، اُس کی حکمت اور اُس کی شان و شوکت نظر آئے گی۔ جب آپ اُس کی ان نشانیوں پر غور و فکر کریں گے جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں تو اُس سے آپ کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ اُس کے ذکر کا ایک جزو اُس کی طرف رجوع کرنا اور اُس سے محبت کرنے میں اُس سے مدد چاہنا بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے متعدد طریقے تعلیم فرمائے ہیں۔

جب اور جتنا ممکن ہو، اللہ کا ذکر کریں، یہ بنیادی اور لازمی عمل ہے۔ اس سے نہ صرف آپ کو اللہ کی محبت کے حصول میں مدد ملے گی، بلکہ جذبۂ قربانی بڑھانے کے لیے آپ کو جن دیگر وسائل کی ضرورت ہے وہ بھی حاصل ہوں گے، جیسے اُس کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس، اُس سے ملاقات اور اُس کے انعامات کی قدر و قیمت کا حقیقی ادراک، اس دُنیاوی زندگی کی حقیقت

اور دُنیا کی حیثیت کا فہم، اُس کے حضور شکر گزاری اور عجز وانکسار کا اظہار، اس خوف سے لرزتے رہنا کہ اُس کا حق کبھی ادا نہیں کیا جاسکتا، اُس کے احکامات کی تعمیل کے لیے آمادہ اور تیار رہنا۔

احساسِ حضوری

زندگی ایسے گزاریئے جیسے آپ اُس کے سامنے موجود ہیں۔ یاد رکھیے کہ: **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (الحدید ۵۷:۴)** ''وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تُم ہو''۔ جب آپ سے قربانی طلب کی جائے یا آپ ازخود قربانی پیش کریں، یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔ یہی بات وہ آپ سے ہر وقت ذہن میں رکھنے کے لیے کہتا ہے: **فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (الطور ۵۲:۴۸)** ''یقیناً تُم ہماری نظروں میں ہو''۔ جب آپ اس یقینِ کامل کے ساتھ کوئی قربانی پیش کریں گے کہ جیسے پیش کر رہے ہیں وہ آپ کو دیکھ رہا ہے اور اُس کا دیا ہوا اجر کئی گُنا زیادہ اور ابدی ہوگا، تو یہ آپ کے اندر وہ قوتِ محرکہ اور توانائی پیدا کر دے گا جو آپ کو درکار ہے۔

یہ احساسِ حضوری کہ ہم اُس کے سامنے موجود ہیں، اُس کی نظریں ہم پر ہیں، وہ ہماری باتیں سُن رہا ہے، جب ہم اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں تو مالک ہماری نگرانی کر رہا ہے اور بڑی سخاوت اور مہربانی کے ساتھ ہمیں اجر وثواب سے نواز رہا ہے ــــــ یہ احساس جذبۂ قربانی کو اُبھارنے کا اوّلین ذریعہ ہے۔ اس سے اللہ پر بھروسا بھی پیدا ہوتا ہے۔ جب آپ کو یہ احساس ہوجائے کہ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ ہے تو آپ اپنے تمام معاملات اُسی کے سامنے پیش کریں گے۔

شوقِ ملاقات

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (اٰل عمران ۳:۱۸۵) ''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔'' موت ہر شے کا اختتام نہیں ہے، اگلے مرحلے سے قبل کا وقفہ ہے۔ اُس مرحلے میں ہم اللہ کے

رُوبرو کھڑے ہوں گے۔

ہم میں سے کوئی شخص مرنا پسند نہیں کرتا، یہ انسانی فطرت ہے، مگر ہمیں مرنا ضرور ہے، اور موت کے بعد ہی ہم پر ابدی زندگی اور اُس کی برکتوں کے دروازے کھلیں گے۔ اگر آپ اس دُنیاوی زندگی کی حیثیت اور حقیقت کو سمجھتے ہیں اور آپ یہ جانتے ہیں کہ آپ کو اپنا بہترین اجر اللہ سے ملاقات پر ملے گا تو آپ کے اندر دو قسم کے احساسات فروغ پائیں گے: ایک، اللہ سے ملاقات کا شوق، تاہم اپنے اعمال کی کوتاہیوں کے سبب ایک خوف بھی دِل میں جاگزیں ہوگا۔ دوسرے، اِس دُنیا کی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کر دینے پر آمادگی کا جذبہ جس کا اجر آپ کو آخرت میں ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ایک دُعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے اپنے وجہِ کریم کی زیارت کی لذت سے اور اپنی ملاقات کی تمنا سے بہرہ مند فرما''۔ (نسائی، احمد، حاکم)

شکرگزاری اور عجز

قربانی کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، مادّی ہو یا غیر مادّی اسے ممنونیت اور عاجزی کے ساتھ پیش کیجیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی راہ میں دینے سے اپنے آپ کو مضمحل اور درماندہ محسوس کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر کہنے لگتے ہیں کہ: ''ہم تو پہلے ہی بہت وقت دے چکے ہیں، ہم پہلے ہی بہت مال دے چکے ہیں، اب ہم اور کتنا دیں؟ ہم پہلے ہی بہت قربانی دے چکے ہیں، اب ہم سے مزید کیا چاہیے؟ ایسا صرف اُسی صورت میں ہوتا ہے جب قربانی صرف ایک اللہ کی رضا و خوش نودی کے حصول کے لیے نہ دی جارہی ہو، بلکہ کسی اور جذبے کے تحت دی جارہی ہو، یا جب آپ کو اس حقیقت کا احساس نہ ہو کہ اگر کچھ قربانی دینے کا موقع مل رہا ہے تو صرف اُس کے فضل و کرم سے مل رہا ہے۔ ہر قربانی عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش کیجیے۔

یہ بات صاف طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ آپ جو چیز پیش کررہے ہیں وہ کسی فرد یا کسی تنظیم کو نہیں پیش کر رہے ہیں۔ نہ وہ چیز آپ اللہ کو ہدیہ کر رہے ہیں، کیوں کہ وہ اتنا رحیم و کریم اور فیاض ہے کہ آپ سے کہتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں دیتے ہو وہ قرض ہے، جس کا کئی گُنا وہ تم کو لوٹا دے گا۔ دراصل آپ ہر چیز اپنے آپ ہی کو دے رہے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آپ ہی کو مزید اور مزید دیتے رہنے سے تھک سکتا ہے؟

یہ خود غرضی نہیں ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہماری اُخروی خوش حالی اللہ کے آگے سر جھکانے میں مضمر ہے۔ قربانی کے ذریعے سے ہم اِس دُنیا کی زندگی میں بھی بہتری لانا چاہتے ہیں اور ہمیں آخرت میں بھی ایک کامیاب و کامران ابدی زندگی کی تمنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر وہ قربانی جو ہم دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو ہم اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں، ہماری قوم کو مزید تقویت فراہم کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اُس نے آپ کو قربانی دینے کا موقع دیا، آپ کو اپنے کام کے لیے طلب کیا، اور اپنی راہ میں قربانی دینے کی توفیق سے نوازا۔ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ ہم بھٹکتے پھرنے کے لیے چھوڑ دیے جائیں۔ ہمیں مال کی قربانی دینے کا موقع ہی نہ ملے، یوں ہم ابدی انعامات کے حصول سے محروم رہ جائیں۔ آپ کو ہر قربانی جذبۂ تشکر اور احساسِ ممنونیت کے ساتھ دینی چاہیے۔ اُس کی طرف قبولیت کی آس کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔

عجز و انکسار بھی ضروری ہے۔ کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ بہت ہوگیا۔ جوں ہی اس بیماری کے جراثیم آپ کے دل میں داخل ہوں گے کہ آپ نے بہت کچھ کرلیا ہے، سب کچھ ضائع ہوجائے گا۔ ہمیشہ یہ خیال رہنا چاہیے کہ آپ جو کچھ قربان کر رہے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے عائد ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ خیال رہنا کہ جتنی بھی قربانی دی جائے وہ کبھی کافی نہیں ہوگی، قربانی کی بنیاد ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون ۲۳:۶۰)، ''وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، مگر اُن کے

دل لرزتے رہتے ہیں''۔

اندرونی قوتِ محرکہ

وہ بنیادی قوتِ محرکہ جو آپ کو قربانی دینے پر آمادہ کرے خود آپ کے اندر موجود رہنی چاہیے۔ یہ اُمنگ اندر سے اُٹھنی چاہیے۔ اس کی جڑیں آپ کے قلب وروح کی گہرائیوں میں پیوست ہونی چاہییں۔ نہ گروہی فیصلہ، نہ دیکھا دیکھی، نہ تنظیمی پابندی، نہ کوئی اور خارجی دباؤ آپ کو قربانی کے لیے آگے بڑھنے کے لیے اُکسائے۔ ان میں سے ہر چیز اہم ہے اور ہمارے رویّوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اگر اللہ کی رضا کے سوا کسی اور مقصد سے قربانی پیش کی جائے تو بڑے پیمانے پر قربانی دینا، یا مسلسل قربانی دیے جانا، ہر قسم کے حالات میں انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ قربانی کے لیے عزم وارادہ اور جذبہ اندر سے اُبھرنا چاہیے۔

برضا ورغبت فیصلہ

قربانی دینے کا فیصلہ برضا ورغبت کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود اپنے فیصلے کے تحت، آپ کے پاس جو کچھ بھی موجود ہے اُس کی قربانی، اللہ کی رضا کی خاطر پیش کرنے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ آپ کو راضی برضائے الٰہی ہو جانا چاہیے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قربانی پیش کرتے ہوئے کسی کو زحمت اور تکلیف کا احساس بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جس وقت آپ اپنی محبت، اپنی پسند یا اپنی قابلِ قدر چیز سے دست بردار ہو رہے ہوتے ہیں، تو تکلیف محسوس ہونا بشری تقاضا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اگر آپ کوئی شے قربان کرتے ہوئے تکلیف نہ محسوس کریں تو وہ قربانی کہے جانے کی مستحق ہی نہیں ہے۔ آپ اپنے گھر سے محض وہ چیز پھینک رہے ہیں جو آپ کے لیے بے کار ہے۔ اس کے بجائے آپ کو جس قدر زیادہ دُکھ ہو رہا ہوگا وہ اُتنی ہی قیمتی قربانی ہوگی۔ مگر اس تکلیف اور دُکھ کی پشت پر آپ کا عہدِ وفا ہے۔ وہ عہد جو آپ کو اپنی قیمتی چیز اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قربان کر دینے کا ہے۔

اللہ کی رضا حقیقتاً سب سے بڑھ کر قیمتی چیز ہے۔ آپ یہ تکلیف اور دُکھ اللہ سے اپنی محبت کی وجہ سے برضا ورغبت برداشت کرتے ہیں، کیوں کہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت ہر چیز کی محبت سے بڑھ کر ہے۔

دو استعانتیں

ہماری مدد ومعاونت کے لیے دو بنیادی چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ہماری اندرونی صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہیں، میں ان کو آپ کے سامنے پہلے ہی رکھ چکا ہوں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ ۲:۱۵۳)، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔

نماز کیا ہے؟ یقیناً نماز ایک رسمی عبادت ہے۔ چند جسمانی حرکات وسکنات پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ الفاظ بھی شامل ہیں جو ہم ابتدا سے آخر تک پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن نماز کا مجموعی مقصد اللہ کا ذکر کرنا اور اللہ کو یاد رکھنا ہے۔ یہی بات قرآن صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ۲۰:۱۴)، ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو''۔

صبر جامع المعانی لفظ ہے۔ لغوی طور پر صبر کے معنی ہیں: رُک جانا اور باز رہنا۔ قرآن میں یہ لفظ وسیع مفاہیم میں استعمال ہوا ہے اور کئی صفات کا احاطہ کرتا ہے: اپنے آپ کو روکے رکھنا، ارادہ کرنا، تحمل اور جذبۂ قربانی، نظم وضبط اور ثابت قدمی۔ یہ آپ کو اللہ سے، اپنے کیے ہوئے عہد سے اپنے بھائیوں سے اور آپ کو اپنی اُخروی فلاح سے جوڑے رکھتا ہے۔ نماز اور صبر کا دامن تھامے رکھنے سے آپ کو وہ استقامت حاصل ہوگی جو قربانی کے لیے ضروری ہے۔

دو مثالی پیکر

آخر میں ہمیں قربانی کے دو مثالی پیکروں پر نظر ڈالنی چاہیے۔

اُن میں سے ایک ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ اُن کو ہر قابلِ تصور طریقے سے آزمایش

میں مبتلا کر کے جانچا گیا۔ اُن کے والد، اُن کا خاندان، اُن کے زمانے کی مذہبی اور سیاسی طاقتیں، سب اُن کے مخالف تھے۔ اُنھوں نے سب کو چھوڑ دیا۔ اُنھیں آگ کے الاؤ میں پھینک دیا گیا۔ اُن کو گھر سے نکال دیا گیا۔ اُنھیں صحراؤں اور جنگلوں میں بھٹکنا پڑا اور آخر کار اُنھوں نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی۔ یہی کام غالباً دشوار ترین کام تھا۔ وہ نہ صرف اپنے پیارے بیٹے کی قربانی دے رہے تھے بلکہ تسلیم شدہ انسانی اخلاق کی بھی قربانی دے رہے تھے۔ تاہم، حتمی بات یہ ہے کہ تمام اخلاقیات اللہ کی مرضی کی تابع ہیں۔ اُس کو راضی رکھنا سب سے بڑا اخلاقی پیمانہ ہے۔ یقیناً یہ صرف اللہ کے نبی کا منصب ہے کہ وہ اُس کے براہِ راست حکم پر اللہ کے متعین کردہ اخلاق سے ماورا یہ انتہائی قربانی اُس کے حضور پیش کر دے۔ تاہم، بعض مواقع پر ہم میں سے بعض کو بھی اللہ کے واضح احکام کے مقابلے میں اپنے ذاتی اخلاقی فیصلوں کو معطل کرنا پڑتا ہے۔ ان قربانیوں اور آخری قربانی کو پیش کرنے کے بعد ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو 'امام النّاس' بنانے کا اعلان کیا گیا:

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ ۲:۱۲۴)، یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن سب پر پورا اُتر گیا، تو اُس نے (اللہ نے) کہا: میں تجھے سب انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

اگر ہم یہ کہتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی نشاَتِ ثانیہ کے لیے اُٹھے ہیں، جہاں اسلام بنی نوع انسان کا رہبر و قائد ہوگا تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اُسوۂ مبارکہ کی پیروی اور تقلید کرنی چاہیے۔

دوسرا نمونہ سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہے۔ خواہ وہ وادیِ مکہ ہو، جہاں آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، یا وادیِ طائف ہو، جہاں آپؐ پر سنگ باری کی گئی، یا اُحد کا میدان ہو، جس میں آپؐ کے دندان مبارک شہید کر دیے گئے، یا مدینے کی گلیاں ہوں، جن میں آپؐ کے

دشمنوں نے آپؐ کے خلاف افترا پردازانہ پروپیگنڈا کیا، آپؐ نے ہمارے لیے قربانی کی افضل ترین مثالیں چھوڑی ہیں۔ ایسا ہی آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے بھی کیا۔

بنیادی اُصول

جیسا کہ ہم پہلے جائزہ لے چکے ہیں، بنیادی طور پر قربانی کا مطلب جانور کا ذبح کرنا ہے۔ حج کے دوسرے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کے لیے جانور قربان کیے جاتے ہیں۔ حج خود ایک رسمِ عبودیت ہے جس میں انتہائی سخت مشقت بھری قربانیاں شامل ہیں۔ یہاں ہمیں دو اہم اسباق ذہن نشین کر لینے چاہییں:

اوّل: اللہ کے یہاں قبولیت ہماری قربانی کے جانور کی نہیں ہوتی، بلکہ قبولیت ہمارے دلوں میں پائی جانے والی اللہ سے محبت کی، ہماری اطاعت کی اور ہماری قربانی دینے کی نیت کی ہوتی ہے۔ اس بنیادی اُصول کو کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیجیے، روح کو چھوڑ کر صرف رسم پر مطمئن نہ ہو جایئے، البتہ رسم کو بھی ترک نہ کیجیے: لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ط (الحج ۲۲:۳۷)، نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اُسے تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

دوم: اعلیٰ ترین قربانی زندگی کی قربانی ہے۔ اللہ کی راہ میں اپنی حیاتِ دُنیوی کی قربانی دے کر آپ صرف ایک بار موت کو گلے لگاتے ہیں اور یہ آخری قربانی ہے۔ مگر آپ اُس صورت میں ہر روز اور ہر لمحے موت کو گلے لگاتے ہیں جب آپ دل کی گہرائیوں میں پیوست محبت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں، اور تمام اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کے باوجود اُس کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہتے ہیں۔ یوں آپ اپنی زندگی کی قربانی ایک بار نہیں دیتے، بار بار دیتے رہتے ہیں۔ یہ افضل ترین قربانی ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (الانعام ۶:۱۶۲) کہو، میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

حاصلِ کلام

آخر میں مجھے یہ کہنے دیجیے کہ ہم سے یہ تمام قربانیاں اس لیے طلب کی جاتی ہیں کہ ہم نے اپنے کاندھوں پر اُس مشن کی تکمیل کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے جو اللہ کے رسولوں کو سونپا گیا تھا: 'تاکہ تم لوگوں کے سامنے گواہ بن کر کھڑے ہو'۔ ہمیں اپنے رب کا سچا بندہ بننا چاہیے اور انسانیت کا بے لوث خادم۔ بنی نوع انسان ہی کے لیے ہمیں ایک اُمت کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس بعثت کا تقاضا ہے کہ ہم زندگی کے ایک مشکل ترین کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔

قربانی کے بغیر اسلام کی نشاَتِ ثانیہ کا کام ہمیشہ صرف تقریروں کا یا خواب کا موضوع بنا رہے گا۔ اس خواب کو حقیقت بنانے کے لیے ہمیں اپنا وقت، اپنا مال، اپنی زندگی، اپنے وسائل اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند کی قربانی دینی ہوگی۔ تاہم ہماری بہترین کوششیں بھی کاملیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتیں۔ ہم ڈگمگا سکتے ہیں، ڈانوا ڈول ہو سکتے ہیں اور مایوسی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اللہ صرف ہماری نیتوں اور کوششوں کو دیکھتا ہے۔ ہمیں اللہ سے رجوع کرنا چاہیے اور اُس سے مدد مانگنی چاہیے، مبادا کہ جس وقت ہم سے قربانی طلب کی جائے اُس وقت ہماری بشری کمزوریاں ہم پر غالب آجائیں۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں پر اُس سے مغفرت طلب کرنی چاہیے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَاوقفة وَارْحَمْنَاوقفة اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo (البقرہ ۲:۲۸۶)، اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں، اُن پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اُٹھانے کی طاقت ہم

میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تُو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

❖ ❖ ❖

جولائی ۱۹۷۹ء میں لاس اینجلس (امریکا) میں مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی 'مغربی ساحل کانفرنس' (West Coast Conference) میں نمازِ جمعہ کے موقع پر خرم مرادؒ کا خطاب جو Sacrifice کے عنوان سے شائع ہوا۔ ترجمہ: احمد حاطب صدیقی